© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۲۶/۲، جولائی - دسمبر ۲۰۱۱ء

ادار یہ

سیاست وحکومت کے رہنما اصول- قرآن کریم کی روشنی میں

ظفر الاسلام اصلاحی

قرآن کریم وہ عظیم ترین کتاب ہدایت ہے جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں (معاشرت ومعیشت اور سیاست وحکومت) سے متعلق انسان کو رہنمائی فراہم کرتی ہے، زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس سے متعلق قرآن کے رہنما اصول نہ ملتے ہوں، پھر ان اصول و ہدایات کی بہترین تشریح وترجمانی نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال کی صورت میں دستیاب ہے۔ ان سے ہر دور میں فائدہ اٹھایا جاتا رہا ہے اور تا قیامت ان کا فیض جاری رہے گا۔ قرآن مجید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حاکمیت کا اختیار اصلاً اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہی اقتدار اعلیٰ کا مالک ہے اسی کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ قرآن کی یہ آیات اسی حقیقت کی ترجمان ہیں:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ (یوسف/۴۰)

بلا شبہ حکومت اللہ ہی کی ہے اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، یہی سیدھا وسچا دین ہے۔

یعنی وہی حقیقی فرماں روا ہے، زمین وآسمان میں اسی کی فرماں روائی چلتی ہے، بندوں کا کام یہ ہے کہ وہ فرماں روائے حقیقی کی بندگی بجالائیں، اس کے احکام کی پیروی کریں اور رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ بھیجی ہوئی ہدایات کو قبول کریں اور انھیں اپنی زندگی میں جاری وساری کریں، یہی سچا دین ہے اور یہی اسلام کا سیدھا راستہ ہے، قرآن کا تصور حکومت اس بنیاد پر قائم ہے کہ نہ تو اللہ کی فرماں روائی میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اقتدار میں کوئی اس کا ساجھی ہے وہ حاکم کل ہے اور مالک الملک ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ	اور نہ کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہے
وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ	اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا مددگار ہو
تَكْبِيرًا۔ (بنی اسرائیل/۱۱۱)	اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجہ کی بڑائی۔
يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ	وہ پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے لیے معاملات
قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ۔	میں کچھ اختیار ہے کہہ دو ہر طرح کا معاملہ
(آل عمران/۱۵۴)	صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ۔ (الاعراف/۵۴)	خبردار تخلیق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

یعنی وہ نہ صرف خالقِ کائنات ہے بلکہ اس کا منتظم بھی وہی ہے اور قانونی حاکمیت بھی اسی کے لیے مخصوص ہے۔ دنیا کے نظام میں ہر طرح کا فیصلہ وہی کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ۔	اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ
(الرعد/۴۱)	کو ٹالنے والا نہیں ہے۔

انسانوں تک اپنے احکام و ہدایات پہونچانے اور ان کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ جاری کیا اور انبیاء کرام کی یہ ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچائیں، لوگوں کو اللہ کا بتایا ہوا راستہ دکھائیں، دین حق کو غالب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں اور اللہ کے احکام کی روشنی میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا	اور ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیاں
مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ	دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب ہدایت
بِالْقِسْطِ۔ (الحدید/۲۵)	اور عدل و انصاف کے فرمان اتارے تاکہ
	لوگ انصاف پر قایم رہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ہدایت کی روشنی کے ساتھ مبعوث فرمایا اور کچھ کو ہدایت نامہ بھی عطا فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائیں، انھیں وہ سیدھا راستہ (صراط مستقیم) دکھائیں جو فوز وفلاح تک پہونچانے والا ہے اور وہ دنیا میں اس نظام کو برپا کریں جس پر ساری انسانیت کی فلاح و بہبود منحصر ہے۔

آخری رسول ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ۔ (المائدہ/٦٧)

اے رسول لوگوں تک پہونچا دیجیے جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (النحل/٤٤)

اور ہم نے آپ پر یہ ذکر یعنی قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے ان باتوں کی وضاحت کریں جو ان کے لیے نازل کی گئیں اور تا کہ وہ غور کریں۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ۔ (النساء/١٠٥)

ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ (التوبہ/٣٣)

اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے۔

ان آیات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بالخصوص آخری نبی ﷺ کی ذمہ داریاں کتنی اہم تھیں اور کس عظیم مقصد سے اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تھا، ان کا مقام ومرتبہ ان آیات سے بخوبی واضح ہوتا ہے جن میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کا لازمہ قرار دیا گیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اورایک آیت میں واضح طور پر مومنین کو خطاب کرتے ہوئے یہ ہدایت دی گئی کہ رسول ﷺ جو کچھ حکم دیں اسے قبول کرو اور جس بات سے وہ منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔ ارشاد الٰہی ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا أَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ (الانفال/۲۰)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔

مَّنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء/۸۰)

اور جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر/۷)

اور رسول تمھیں جو حکم دیں اسے قبول کرلو اور جس سے وہ روکیں اس سے رک جاؤ۔

اور یہ آیت تو بہت ہی مشہور ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب/۲۱)

بلاشبہ رسول اللہ کی زندگی میں تمھارے لیے پیروی کا بہترین نمونہ ہے۔

یعنی رسول اکرم ﷺ کی زندگی مثالی زندگی ہے اس میں اہل ایمان کے لیے ہر شعبۂ حیات میں بہترین نمونہ ہے۔ سیاست وحکومت کے باب میں بھی آپ ﷺ نے امت کو خیر کی راہ دکھائی ہے اور قرآنی ہدایات کے مطابق حکومت کا ایسا نظام قایم کیا جو سب کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا۔

سیرت کے واقعات شاہد ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی مدنی زندگی میں تنظیم ریاست کا کام پایہ انجام کو پہنچا جو آئندہ کی مسلم ریاستوں کے لیے رول ماڈل قرار پایا۔

اس ریاست کی کارکردگی سے وہ بنیادی مقاصد واضح ہوتے ہیں جن کی تکمیل ایک اسلامی ریاست سے مطلوب ہوتی ہے۔ قرآن کی رو سے اسلامی ریاست بڑی عظیم ذمہ داریوں کی حامل ہوتی ہے۔ ایک جانب وہ دین حق کے نظام کو جاری و ساری کرتی ہے، نیکی کے فروغ اور برائیوں کو مٹانے کے لیے اپنے وسائل استعمال کرتی ہے تو دوسری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جانب وہ سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے، امن وامان قایم کرتی ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کے کام انجام دیتی ہے۔ اہل ایمان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ۔ (الحج/۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم اگر زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قایم کریں گے، زکواۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

درحقیقت اسلامی ریاست کی غرض و غایت کا مرکزی نکتہ انسانیت کی بھلائی ہے اور اس سے بڑھ کر انسانیت کی بھلائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق اپنے خالق و مالک سے استوار ہو جائے اور اسے وہ راہ معلوم ہو جائے جس پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ نماز وزکواۃ کے اہتمام سے اصلاً یہی مقصود ہے۔ آپ ﷺ سے قبل دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا تھا کہ وہ نیک کام انجام دیں اور نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کریں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ۔ (الانبیاء/۷۳)

اور ہم نے انھیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قایم کرنے اور زکواۃ دینے کی ہدایت کی۔

گویا کہ نیک کاموں میں ان دونوں عبادات کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ انسان کی انفرادی زندگی کی تعمیر اور اس کی اصلاح و تربیت میں ان دونوں عبادات کا خاص دخل ہے۔ نماز سے بندہ کو اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے حقوق العباد کی ادائیگی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ انسانی زندگی کے تین معروف شعبے ہیں: معاشرتی، معاشی اور سیاسی۔ ان سب کی بہبودی اور ترقی اس پر منحصر ہے کہ خیر کو فروغ حاصل ہو اور شر پر قدغن لگائی جائی۔ اسی لیے اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں معروف کی ترویج اور منکر پر پابندی کا اہتمام شامل ہے اور اس کی بہتر طور پر انجام دہی اسی وقت ممکن ہے جب ریاست اس کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرے۔ اس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوت و تبلیغ کا اہتمام اور انتظامی مشنری کا استعمال دونوں شامل ہیں۔

معروف و منکر قرآن کی بہت اہم اصطلاح ہے معروف سے مراد ہر وہ بھلائی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول بھلائی قرار دیتے ہیں اور منکر سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول برائی کہتے ہیں۔ معروف کا پھیلانا اور منکر سے روکنا انتہائی اہم فریضہ ہے اور یہ امت مسلمہ کی شناخت ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: سید جلال الدین عمری، معروف و منکر، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء) اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انفرادی طور پر یہ ہر مسلم کی ذمہ داری ہے اور سربراہان مملکت کے بنیادی فرائض میں بھی یہ داخل ہے گویا انفرادی و اجتماعی دونوں طور پر یہ اہل ایمان کے امتیازات میں سے ہے کہ وہ خیر کی دعوت دیتے ہیں اور لوگوں کو برائی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مذکورہ بالا آیت (الحج/۴۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ''یعنی اللہ کے مددگار اور اس کی تائید و نصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انھیں حکومت و فرماں روائی بخشی جائے تو ان کا ذاتی کردار فسق و فجور اور کبر و غرور کے بجائے اقامت صلوٰۃ ہو۔ ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتائے زکوٰۃ میں صرف ہو۔ ان کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے ان کے دبانے میں استعمال ہو۔ اس ایک فقرے میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ کوئی سمجھنا چاہے تو اسی ایک فقرے سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت فی الواقع کس چیز کا نام ہے''۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ۲۳۴/۳، حاشیہ نمبر ۸۵)

درحقیقت قرآن کریم سے یہی پیغام ملتا ہے کہ پوری امت مسلمہ کا مزاج داعیانہ ہوتا ہے۔ یہ امت برپا ہی اسی لیے کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو خیر کی دعوت دے، نیکی کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھیلائے اور انھیں برے کاموں سے باز رکھے۔ حکمراں بھی امت کا ایک فرد ہوتا ہے بس اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ امت کے اجتماعی نظام کو رواں دواں رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن اس کی داعیانہ حیثیت بہر حال برقرار رہتی ہے۔ سچ پوچھیے تو اسلامی حکومت کے وجود میں آنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ دین حق کے پیغام کو پھیلایا جائے، عدل کا نظام قایم کیا جائے اور اس طریقہ زندگی کی طرف لوگوں کو بلایا جائے جو اللہ رب العزت کا پسندیدہ و مقرر کردہ ہے، رسول اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ۔ (الشوریٰ/۱۵)

پس اے رسول انھیں حق کی دعوت دیتے رہیے اور آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر جمے رہیے، ان کی خواہشات کو ہرگز نہ مانیے اور یہ کہیے کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ تمھارے درمیان انصاف کروں۔

یہ آیت اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس میں رسول کے فرائض، مسلم حکمراں کی ذمہ داریاں اور اسلامی حکومت کے قیام کا مقصد بڑے جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے اور وہ ہیں دعوت دین، حکم الٰہی پر استقامت، خواہشات نفسانی سے اجتناب اور عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل، ایک دوسری آیت میں دعوت دین کی اہمیت واضح کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے، نیکی کو فروغ دے اور برائی سے لوگوں کو روکے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ (آل عمران/۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ ہیں جو فلاح و کامرانی پائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت سے اسلامی حکومت کی نسبت سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ امت میں ایسے افراد تیار ہوں جو دعوت دین کا فریضہ انجام دے سکیں اور لوگوں کو کامیابی کی راہ دکھا سکیں۔ اس کے لیے دینی تعلیم کا اہتمام، مدارس کا قیام اور دعوت و ارشاد کے لیے طلبہ کی تربیت کا نظم حکومت کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہوسکتی۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی قوت نافذہ کو استعمال کرتے ہوئے بھلائیوں کو فروغ دے اور برائیوں کا سد باب کرے۔ موجودہ دور میں جب کہ خیر سے بے توجہی، معاشرتی انحطاط اور اخلاقی زوال کا ماحول چھایا ہوا ہے اور سماج میں طرح طرح کی برائیاں پنپ رہی ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نسبت سے امت اور مسلم حکومتوں کی ذمہ داریاں بڑھتی جارہی ہیں۔

یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ معاشرہ میں اسی وقت نیکی کو فروغ حاصل ہوگا اور برائی کا قلع قمع ہوگا جب عدل و انصاف کا بول و بالا ہو اور بلا کسی امتیاز ہر ایک کو اس کے حقوق واجبی ادا کیے جائیں۔ اسی لیے قرآن نے اہل ایمان کو عام طور پر اور حکمرانوں کو خاص طور پر عدل و انصاف برتنے کی ہدایت دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ۔ (النساء/۱۳۵)

اے ایمان والو انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے گواہ بنو گرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔

اہل اسلام کو ہدایت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ (النساء/۵۸)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اس آیت کے مخاطب خاص طور سے اہل حکومت و اصحابِ منصب معلوم ہوتے ہیں، قرآن کریم میں بار بار عدل و انصاف برتنے پر اس لیے زور دیا گیا ہے کہ اس کا تعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے ہے اس کے بغیر نہ تو انفرادی زندگی کی تعمیر مکمل ہوسکتی ہے، نہ تو معاشرتی نظام صحیح رخ پر قایم ہوسکتا ہے اور نہ حکومت کے معاملات بہتر طور پر انجام پاسکتے ہیں۔ یہ دراصل اسلامی نظامِ زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہے جس کے بغیر یہ نظام صحیح نہج پر باقی نہیں رہ سکتا۔ مزید براں قرآن کی رو سے عدل و انصاف سے کام لینا خدا ترسی سے زیادہ قریب ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ متقیوں کے اوصاف میں سے ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (المائدہ/۸)

انصاف کی روش اختیار کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔

اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ یہ وصف مسلم معاشرہ میں پروان چڑھے تاکہ اسلامی نظامِ زندگی کی جڑیں مضبوط ہوں اور اِس نظام کو فروغ حاصل ہو۔ قرآن کریم میں مختلف انداز میں تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اہلِ تقویٰ کے بلند مقام و مرتبہ کو واضح کیا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ (التوبہ/۷)

بے شک اللہ تقویٰ والوں کو پسند فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ۔ (النحل/۱۲۸)

بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو نیکی کرنے والے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کی بنیاد کیا ہوگی۔ اسے بھی قرآن نے دوٹوک انداز میں واضح کردیا ہے کہ یہ بنیادیں قرآن و سنت ہی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب ہم نے نازل کردی ہے۔ اب آپ لوگوں کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۔ (النساء/۱۰۵)

اے رسول ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر اتاری ہے تاکہ آپ خدا کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق فیصلہ کریں۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ ہدایت کا دوسرا سرچشمہ حدیث ہے اس سے قرآنی احکام و ہدایات کی تشریح ہوتی ہے اور یہ خود بھی اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔ ایک دوسری آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر آپس میں اختلاف پیدا ہوجائے، لوگوں میں تنازع کھڑا ہوجائے یا امیر و مامور میں کوئی معاملہ تصفیہ طلب ہو تو اس کا حل کتاب وسنت میں تلاش کیا جائے اور اس کی روشنی میں جو بھی فیصلہ سامنے آئے اسے بلا پس و پیش قبول کیا جائے۔ اختلافات کو دور کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے اور اسی میں لوگوں کے لیے خیر ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (النساء/۵۹)

پھر اگر کسی معاملہ میں تمھارے درمیان نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی سچے دل سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی یہ اچھا ہے۔

انفرادی واجتماعی دونوں معاملات کے لیے یہ بڑی اہم آیت ہے اس کے مخاطب عام مسلمان ہیں اور حکمراں بھی، علماء ہیں اور قاضی و مفتی بھی، عوام ہیں اور خواص بھی۔

عدل وانصاف کے باب میں قرآن کی ان روشن تعلیمات اور رہنما اصولوں کے علاوہ ایک اور پہلو سے بھی اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے اور وہ ہے لوگوں کے سماجی و معاشی حقوق کی ادائیگی۔ یہ بھی عدل وانصاف کے تقاضوں میں سے ہے۔ بلاشبہ انصاف کا ماحصل یہ ہے کہ جس کا جو حق ہے اسے پورا پورا ادا کیا جائے اور دوسروں کے حق پر دست درازی نہ کی جائے۔ دوسرے لفظوں میں انصاف انسانوں کے باہمی حقوق کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بار بار تاکید کی گئی ہے۔ ان میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جن کے ساتھ شب و روز زندگی بسر ہوتی ہے یا زیادہ تعلقات و معاملات رہتے ہیں مثلاً والدین، اقرباء، پڑوسی اور ساتھی۔ دوسرے وہ جو سماج کے کمزور طبقے کے لوگ کہے جاتے ہیں یا جن کے ساتھ ناانصافی کے زیادہ واقعات پیش آتے ہیں، ان میں بوڑھے والدین، عورتیں (بالخصوص بیوہ عورتیں)، یتامیٰ، غرباء و مساکین، اہل حاجت، غلام و خادم شامل کیے جاسکتے ہیں، قرآن میں ان کے حقوق کے تحفظ کی خاص ہدایات ملتی ہیں ان کے مخاطب اہل حکومت بھی ہیں، اوپر یہ بیان کیا گیا کہ قرآن کی رو سے حکمرانوں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ عدل وانصاف کے قیام کو یقینی بنائیں۔ اسی طرح کمزور طبقات کے حقوق کا تحفظ بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ اس کے بغیر انصاف کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

حکومت کی ذمہ داری انجام دینے یا اس امانت کا حق ادا کرنے میں ایک اور چیز جسے قرآن نے بہت اہمیت دی ہے وہ ہے پیش آنے والے معاملات میں باہم مشورہ کرنا یا شورائیت کا نظام قائم کرنا، اس کی اہمیت اس سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ پوری ایک سورہ اسی نام سے ہے۔ دوسرے قرآن نے اسے اہل اسلام کا وصف قرار دیا ہے کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ (الشوریٰ/۳۸) — اور ان کے معاملے باہم مشورہ سے چلتے ہیں۔

اس آیت میں باہم مشورہ کرنے کو مسلمانوں کے امتیازی اوصاف میں شمار کیا گیا ہے تو ایک دوسری آیت میں باقاعدہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (آل عمران/۱۵۹) — اور معاملات میں لوگوں سے مشورہ کیجیے۔

یہ حکم نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ ﷺ امت میں سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ متقی اور فکر و نظر کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو صحابہ سے مشورہ کا حکم دیا گیا۔ اس سے مشاورت کے فوائد بھی ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اسوہ حسنہؐ کا ایک اہم حصہ تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے توسط سے اس آیت کے مخاطب تمام اہل اسلام بالخصوص وہ لوگ ہیں جو اجتماعی امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور جن کے ہاتھوں میں ریاست کی سربراہی ہوتی ہے۔ گویا کہ مسلمانوں کا امیر یا اسلامی ریاست کا سربراہ اجتماعی امور کی انجام دہی کے لیے لوگوں سے مشورہ لینے کا پابند ہے۔ اس قرآنی حکم پر عمل کر کے نبی کریم ﷺ نے پوری امت کو یہ راہ دکھادی ہے اور اسے اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت اس بات کی شاہد ہے کہ صحابہ کرام سے مشورہ کرنا اور پھر اس کی روشنی میں فیصلہ لینا آپ کے معمولات میں سے تھا (اسلام میں مشورہ کی اہمیت، حصہ دوم (افاضات مولانا مفتی محمد شفیع) ادارہ تاج المعارف، دیوبند، ۱۹۵۷ء، ص ۱۵۶-۱۶۷، محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرت اور مملکت کی تشکیل، اظہار القرآن، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۲-۱۳۱)

سچ یہ ہے کہ مشاورت میں بڑی خیر و برکت ہے اس لیے کہ یہ قرآن کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ مشورہ سے بہت سے لوگوں کی رایوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص کے ذہن میں وہ بات نہ آئے جو دوسرے کی فکر و سوچ کا نتیجہ ہو اور پھر وہی زیادہ موزوں اور قرینِ صواب معلوم ہو۔ مشورہ میں جو خیر و برکت کا پہلو ہے اجتماعی معاملات میں اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ ان کا تعلق بہت سے لوگوں سے ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل حکومت کو مشورہ کا پابند قرار دیا گیا ہے۔ مشورہ کے بغیر اجتماعی امور انجام دینا قرآن و سنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اجتماعی امور میں مشورہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی ریاست کے مصنف گرامی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رقم طراز ہیں:

> ”جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کوئی شخص جو خدا سے ڈرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جواب دہی اسے اپنے رب کے ساتھ کرنی پڑے گی کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کرسکتا اس طرح کی جرأتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتے ہیں، خدا ترس اور آخرت کی باز پرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن سے بھی متعلق ہو ان سب کو یا ان کے اپنے بھروسے کے نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریک مشورہ کرے تا کہ زیادہ سے زیادہ صحیح و بے لاگ اور مبنی بر انصاف فیصلہ کیا جاسکے اور اگر نادانستہ کوئی غلطی ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک ہی شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آپڑے"۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست (مرتبہ پروفیسر خورشید احمد)، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء، ص ۲۳۹)

قرآن و حدیث میں اجتماعی امور میں مشاورت پر جو زور دیا گیا ہے اس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ اسلام جمہوری نظام حکومت کا حامی ہے وہ افراد امت بالخصوص ارباب حل وعقد اور اصحاب الرای کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اہم معاملات میں کھل کر اپنی رائے ظاہر کریں اور زیر غور معاملہ پر بحث و مباحثہ میں پوری آزادی سے حصہ لیں۔ مذکورہ بالا آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حکمراں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہم معاملات میں لوگوں سے مشورہ طلب کرے اور جو بات مشورہ سے طے ہو جائے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس پر عمل کرے۔ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ (آل عمران/۱۵۹) (پھر جب آپ [مشورہ کے بعد] کسی کام کا پختہ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیے)۔

رہا یہ سوال کہ مشورہ کس سے لیا جائے کون سے لوگ مشورہ دینے یا مجلس شوریٰ کے ممبر ہونے کے اہل ہیں یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر یہاں بحث کی گنجائش نہیں لیکن اسلامی حکومت کا جو مزاج ہوتا ہے اور اسلامی ریاست کے جو مقاصد ہوتے ہیں ان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشورہ کے اہل وہی افرادِ امت ہیں جنھوں نے دین کے لیے قربانیاں دی ہوں، جن کی دیانت، نیکی وتقویٰ شکوک وشبہات سے بالاتر ہو اور کم از کم جن کی دین سے وابستگی مستحکم ہو (محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۴/۲۴۳-۲۴۴، محمد یوسف فاروقی، محولہ بالا، ص ۱۴۱)۔ مزید براں یہاں اس جانب اشارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ دینے والے کی حیثیت صاحب امانت کی ہوتی ہے۔ مشہور حدیث ہے: **المستشار مؤتمن** (سنن ابی داؤد، کتاب الادب) اس لیے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر پوری دیانت داری کے ساتھ مشورہ دیں اس لیے کہ ان کے مشورہ پر اجتماعی فیصلہ منحصر ہوتا ہے جو دینی، سیاسی و اجتماعی اعتبار سے بڑے دور رس نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مجلس شوریٰ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ امیر یا حاکم کے انتخاب کے وقت اپنی ذمہ داری پوری دیانت داری کے ساتھ نبھائے اسی طرح حاکم یا سربراہ ریاست کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عہدہ و منصب کے لیے کسی کو مقرر کرتے وقت یہ جانچے اور پرکھے کہ وہ شخص اس منصب کے تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل ہے کہ نہیں اور وہ دیانت داری و امانت کے اوصاف سے متصف ہے کہ نہیں۔ قرآن کی یہ اصولی ہدایت اس آیت سے ملتی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ (النساء/۵۸) — بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کردو۔

گرچہ اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اے لوگو جن کی امانتیں تمھارے پاس رکھی ہوئی ہیں انہیں بلاکم وکاست ان کے حوالہ کردو یعنی اس میں ذرا بھی خرد برد نہ کرو، لیکن بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امانت کو ذمہ داری، عہدہ و منصب کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے اور اسے اسلام کے اصولِ انتخاب کے لیے رہنما آیت قرار دیا ہے اور اس کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سربراہ ریاست ہو یا منتظمین حکومت ان سب کے انتخاب میں اہلیت، دیانت اور تقویٰ ہی معیار قرار پائے گا، صاحب تفہیم القرآن اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''یعنی (اے مسلمانو) تم ان برائیوں سے بچے رہنا جن میں بنی اسرائیل مبتلا ہوگئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انھوں نے اپنے انحطاط کے زمانہ میں امانتیں یعنی ذمہ داری کے منصب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے رتبے (Position of Trust) ایسے لوگوں کو دینے شروع کیے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا بلکہ امانتیں انہی کے سپرد کردینا جو ان کے اہل ہوں، یعنی جن میں بارِ امانت اٹھانے کی صلاحیت ہو۔" (سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ۳۶۲/۱، حاشیہ نمبر ۸۸)۔

گویا کہ حکومت کی ذمہ داری ایک امانت ہے یہ انہی لوگوں کے سپرد کرنی چاہیے جو اس کے اٹھانے کی صلاحیت و اہلیت رکھتے ہوں ورنہ حکومت کی کارکردگی متاثر ہوگی اور وہ غرض و غایت پوری نہیں ہو پائے گی جو اسلامی حکومت سے مقصود ہے اس لیے کہ صالح قیادت اور انتظامی امور کی دیانت دارانہ انجام دہی پر ہی اقامتِ دین اور عوام کی فلاح و بہبود منحصر ہے اور اللہ کی تائید و نصرت انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو تقویٰ کی صفت سے متصف ہوں گے اور ذمہ داری یا منصب کو امانت سمجھتے ہوئے اس کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔ (التوبہ/۳۶)

اور جان لو کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی برمحل معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح ذمہ داری و منصب کے لیے کسی کو منتخب کرنا امانت ہے، اسی طرح یہ ذمہ داری و منصب جس کے سپرد کیا جائے وہ اس کے لیے امانت بن جاتی ہے۔ اب صاحبِ منصب کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دیانت داری سے اس کا حق ادا کرے اور اپنے منصب کا بیجا استعمال نہ کرے ورنہ وہ خیانت کا مرتکب ہوگا۔ قرآن میں بڑی سختی سے امانت میں خیانت کی ممانعت کی گئی ہے اور اس سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَخُونُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُواْ أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (الانفال/۲۷)

اے ایمان والو جانتے بوجھتے اللہ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہو۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا محمد یوسف اصلاحی رقم طراز ہیں:

''اللہ اور اس کے رسول سے خیانت یہ ہے کہ زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کیا جائے اور عملاً اس کے احکام سے سرتابی اور دینی فرائض اور ذمہ داریوں سے غفلت برتی جائے۔ اپنی امانتوں سے مراد وہ امانتیں اور ذمہ داریاں ہیں جو افراد یا جماعت کی جانب سے کسی کے سپرد کی جائیں۔'' (محمد یوسف اصلاحی، قرآنی تعلیمات، مکتبہ ذکریٰ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۲۶، قرآنی نقطہ نظر سے لفظ امانت کی مزید توضیح کے لیے ملاحظہ فرمائیں: راقم کا اداریہ (قرآن کا تصورِ امانت) ششماہی علوم القرآن، ۲۵/۱/۲۰۱۰ء، ص ۵-۱۷)

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سیاسی نظام میں امیر یا حکمراں کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے وہ اجتماعی امور کا ذمہ دار، ریاست کا سربراہ اور امت کے مفاد کا پاسباں ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے انتخاب کو امانت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کو لازمی قرار دیا گیا ہے لیکن یہ اطاعت غیر مشروط نہیں بلکہ مشروط ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللّهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ۔ (النساء/۵۹)

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان اصحابِ امر کی جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت تمام مومنین پر فرض ہے خواہ وہ عام لوگ ہوں یا حکومت کے ذمہ دار ہوں۔ گویا کہ اہل ایمان میں سے انہی اصحابِ امر یا حکمرانوں کی اطاعت فرض ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے فرماں بردار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں، یعنی اگر ان کا کوئی فرمان اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول نہ ہوگا بلکہ رد کر دیا جائے گا۔ اس کی مزید وضاحت اس آیت سے (النساء/۵۹) ملتی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں میں یا امیر و مامور میں کوئی نزاعی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں تلاش کیا جائے گا اور اس کے نتیجہ میں جو فیصلہ بھی سامنے آئے گا اسے بلا چوں چرا قبول کیا جائے گا۔ ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ۔ (محمد/۳۳)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی اپنے اعمال کو باطل کرنا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جو حکمراں بھی ایسا کرے گا وہ اس لائق نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے یا اس کی باتوں کو قبول کیا جائے۔ مقصود یہ کہ اولوالامر یا امیر کی اطاعت اللہ و اس کے رسول کی اطاعت کے تحت ہے نہ کہ اس سے آزاد یا خلاف۔ اصلاً وہی حکمراں اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے جو صحیح معنوں میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا پابند ہو۔

اسلام میں اجتماعی نظام کی شیرازہ بندی اور حکومت کے استحکام کے لیے باہمی اخوت و یگانگت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، خاص طور سے اس اخوت کو جس کی بنیاد اسلام پر ہو۔ قرآن کی نظر میں مسلمانوں کی عالمگیر وحدت کی بنیاد اسلام ہے۔ اس بنیاد پر جو وحدت قایم ہوگی وہ پائیدار ہوگی اور یہی اصلاً ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے گی اور بنیان مرصوص کی صورت میں مضبوطی بخشے گی۔ فرد کے علاوہ یہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اتحاد و اتفاق کی فضا کو پروان چڑھائے اور اجتماعی شیرازہ بندی کے استحکام کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اس کے لیے دعوت و ارشاد کا اہتمام کرے اور ضرورت کے وقت انتظامی مشنری کو بھی استعمال کرے۔ قرآن نے اہل اسلام کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوت دی ہے۔ یہ رسی اسلام کی رسی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔ قرآن کی اس آیت میں اسی رسی کے سہارے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے کی ہدایت دی گئی ہے اور ان تمام باتوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے جو اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ۔ (آل عمران/۱۰۳)

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور آپس میں متفرق نہ ہو جانا۔

اس آیت کے مخاطب تمام مسلمانان ہیں جن میں اہل حکومت کے ذمہ داران بھی شامل ہیں۔ ہر شخص سے انفرادی طور پر قرآن کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ صلح و مصالحت کی راہ اختیار کرے اور اختلاف وافتراق سے اپنے کو دور رکھے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاتَّقُواْ اللّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ۔ (الانفال/۱)

پس اللہ سے ڈرو اور اپنے تعلقات کی اصلاح کرلو۔

مسلمانوں میں آپس میں اختلاف ہونے کی صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان میں آپس میں صلح کرائے اور ان میں اتحاد واتفاق قایم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔ (الحجرات/۱۰)

بے شک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا۔ (الحجرات/۹)

اور اگر مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔

گرچہ ان قرآنی ہدایات کے مخاطب عام مسلمان ہیں لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان میں خاص خطاب سربراہانِ ریاست یا حکمرانوں سے ہے اس لیے کہ ان کے فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قایم رکھنے کے لیے مناسب اقدام کریں اور اگر وہ اختلاف وافتراق کا شکار ہو جائیں تو ان میں صلح ومصالحت کرائیں، نبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اس آیت کے حکم کو پورا کر کے مثال بھی قایم کردی ہے، آپ ﷺ کو جب بھی کہیں کسی نزاع یا باہمی اختلاف کی خبر ملتی تو آپ وہاں تشریف لے جاتے اور لوگوں میں صلح کراتے اور بعض اوقات اس کام کو فرائض پر مقدم رکھتے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اصلاح بین الناس کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، ۲/۵۰-51)

حکومت کے نظم و نسق کو منضبط کرنے، اختلافات کو رفع کرنے اور نزاعی مقدمات کے فیصلہ کے لیے ایک اور چیز جس پر قرآن نے بہت زور دیا ہے وہ ہے ریکارڈ یا دستاویز تیار کرنا۔ حقیقت یہ کہ حکومت کے کام کو انجام دیتے ہوئے مختلف معاملات میں ریکارڈ تیار کرانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر انتظامی امور کی انجام دہی مشکل ہوتی ہے۔ قرآن نے انفرادی و اجتماعی دونوں معاملات میں اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گرچہ اس باب میں قرآنی ہدایات کا خاص تعلق قرض کے معاملہ سے ہے جسے مشہور آیتِ دین (البقرہ/۲۸۲) میں بیان کیا گیا ہے اسے لین دین کے عام معاملات پر منطبق کرنا غلط نہ ہوگا۔ قرض کے لین دین کے معاملات دو افراد کے درمیان ہو سکتے ہیں اور حکومت و اس کے شہریوں کے مابین بھی پیش آتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن کی بنیادی ہدایت یہ ہے کہ قرض کے لین دین کے معاملات کو ضبط تحریر میں لایا جائے یعنی اس کا ریکارڈ تحریری صورت میں تیار کرایا جائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ۔ (البقرہ/۲۸۲)

اے ایمان والو جب کسی مقررہ مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے ضرور لکھ لیا کرو۔

قرض تو مالی معاملہ کی ایک صورت ہے اس طرح کے مالی معاملات بہت سے ہیں جو روزمرہ زندگی میں انجام پاتے ہیں۔ اگر ان کا تعلق حکومت سے ہے تو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ دستاویز تیار کرانے کا اہتمام کرے۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ قرآن نے دستاویز تیار کرنے کی حکمت بھی واضح کردی کہ اس سے ضرورت کے وقت شک و شبہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ازالہ،شہادت کے قیام اور انصاف ملنے میں مدد ملے گی۔قرآن کریم کی ہدایت ملاحظہ ہو:

وَلَا تَسْئَمُوْٓا أَن تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوْا۔(البقرہ/۲۸۲)

اور مقررہ مدت کے ساتھ دستاویز لکھوانے میں تساہل نہ کرو چاہے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ قرین انصاف ہے اس سے شہادت قایم کرنے میں زیادہ سہولت ہے اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ کم سے کم ہو جاتا ہے۔

اس باب میں قرآن کی دوسری اہم ہدایت یہ ہے کہ دستاویز لکھنے والا صحیح صحیح لکھے اس میں کچھ کم وبیش نہ کرے۔ارشاد الٰہی ہے:

وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ۔ (البقرہ/۲۸۲)

اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمھارے (فریقین کے) درمیان انصاف سے دستاویز تیار کرے۔

گویا حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ریکارڈ محفوظ کرنے کے لیے ایسے افسران یا اہل کار مقرر کرے جو دیانت داری اور احتیاط سے اس کام کو انجام دینے والے ہوں۔ مزید براں قرآن کی یہ بھی تاکید ہے کہ دستاویز لکھتے وقت دو گواہ مقرر کیے جائیں اور جب انھیں گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو ان کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ (عدالت میں یا قاضی کے سامنے) حاضر ہو کر گواہی دیں اور اس سے انکار نہ کریں۔ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوْا ۔ (البقرہ/۲۸۲)

اور گواہوں کو جب بھی گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

یہاں اس امر کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مالیات سے متعلق امور میں شکوک و شبہات، اختلافات اور باہمی تنازع زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن سے ان سے متعلق صحیح ریکارڈ تیار کرنے اور محفوظ رکھنے کی خاص ہدایت ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کا ہر انتظامی شعبہ اس کا محتاج ہے کہ اس کے ضروری کاغذات ضبط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریر میں لائے جائیں اور ان کا ریکارڈ محفوظ رکھا جائے تاکہ ضرورت کے وقت انھیں استعمال کیا جاسکے۔ قرآن کی مذکورہ بالا ہدایات اس باب میں بہت مفید و کارگر ثابت ہوسکتی ہیں اور نظم و نسق کے مختلف شعبوں سے متعلق ریکارڈ کی تیاری میں ان سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں حکومت کے انتظامی امور وسیع سے وسیع تر ہوتے جارہے ہیں، دوسری جانب مالی بدعنوانی، رشوت ستانی اور بے ضابطگی کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں۔ ان حالات میں صحیح ریکارڈ کی تیاری، معاملات میں دیانت داری، شہادت میں راست بازی اور انصاف پر عمل آوری سے متعلق قرآنی ہدایات کی اہمیت و معنویت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

مذکورہ مباحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے جو سیاسی نظام پیش کیا اور حکومت کے جو اصول و ضوابط وضع کیے ہیں وہ ہر دور میں قابل نفاذ اور باعثِ خیر و برکت ہیں۔ قرآن نے امیر یا حکمراں کے انتخاب کو امانت سے تعبیر کیا ہے اور خود حکمرانی کی ذمہ داری کو بھی امانت قرار دیا ہے اس سے منصب کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور صاحب منصب کی عظیم ذمہ داری بھی سامنے آتی ہے۔ قرآن نے اللہ رب العزت کے اقتدار اعلیٰ کا تصور پیش کر کے امیر یا سربراہ ریاست کو احکام الٰہی اور تعلیمات نبوی ﷺ کا پابند بنادیا ہے یعنی اسلامی ریاست کے امور انہی حدود کے اندر انجام پائیں گے، ان سے آزاد ہو کر نہیں۔ قرآن کی رو سے اسلامی ریاست بنیادی طور پر فلاحی ریاست ہوتی ہے۔ اس کی نظر میں انسان کی سب سے بڑی فلاح اس میں مضمر ہے کہ اس کا تعلق اپنے خالق و مالک سے جڑ جائے اور وہ اس نظام زندگی کو اختیار کرنے والا بن جائے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اور جس کی جانب رہنمائی کے لیے وہ اپنے انبیاء مبعوث فرماتا رہا ہے۔ اسی لیے جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ وہ لوگوں کو اس نظام حیات سے واقف کرانے کا اہتمام کرے اور اسے عملی طور پر جاری و ساری کرنے کے لیے اقدام کرے۔ قرآن یہ چاہتا ہے کہ دین حق کو غلبہ نصیب ہو، نیکی کو فروغ حاصل ہو اور برائی کی تمام شکلیں مٹ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقامت دین اور اس کی اولین ذمہ داری دین حق کی دعوت یا تبلیغ اسلام کا اہتمام ہے اور اسی کو قرآن نے دعوت بالخیر یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن کریم نے اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد میں عدل و انصاف کے قیام کو خاص اہمیت دی ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر نہ تو معاشرہ میں امن و امان قایم ہوسکتا ہے اور نہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ درحقیقت عدل و انصاف کا قیام عوام کی فلاح و بہبود کی ضمانت ہے۔ قرآن کے اصول حکمرانی میں مشاورت کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے، خاص طور سے اہم امور میں امت یا ان کے نمائندوں سے مشورہ لینا ضروری ہے، باہم مشورہ کے بعد اجتماعی فیصلہ کی بنیاد پر جو کام انجام پائے گا اس میں خیر و برکت ہوگی اور وہ زیادہ قرین صواب ہوگا۔ آپس میں بھائی چارگی کا ماحول قایم رکھنا، اختلافات کو دور کرنا اور دو فریقوں میں نزاع کی صورت میں ان میں مصالحت کرانا مسلم حکمراں کے فرائض میں سے ہے۔ اس سے باہمی تعلقات مضبوط ہوں گے اور ماحول خوش گوار رہے گا۔ اسی مقصد سے قرآن نے اس پر بھی زور دیا ہے کہ لین دین کے معاملات کا ریکارڈ گواہوں کی موجودگی میں تیار کیا جائے اور ان کا یہ اخلاقی فریضہ قرار دیا ہے کہ ضرورت کے وقت وہ گواہی کے لیے حاضر ہوں۔ یہ طریقہ شکوک وشبہات کے ازالہ اور اختلافات کے رفع کرنے کے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اسی طرح نظم ونسق سے متعلق دیگر امور کا ریکارڈ تیار کرنا بھی افادیت سے خالی نہ ہوگا۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم میں سیاست وحکومت کے رہنما اصول بڑے جامع انداز میں ملتے ہیں۔ ان کی تشریح وترجمانی کے لیے نبی کریم ﷺ کا اسوہ مبارک کافی ہے۔ ان اصول وضوابط کی بنیاد پر جو ریاست قایم ہوگی وہ نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی۔ موجودہ حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم حکمراں قرآن کے اصول وضوابط کو اپنائیں اور انہی کے مطابق اپنی حکومت کا نظام چلائیں۔ اسی میں خیر ہے ان کے لیے بھی اور ان کے ملکوں کے عوام کے لیے بھی۔ اللہ کرے ہر شعبۂ حیات میں ہم قرآن وسنت پر کاربند ہوجائیں۔ اللہ الموفق وھو المستعان۔

© rasailojaraid.com